نہ دیا۔ بلکہ بے خوفی سے اسی طرف کو بڑھتے گئے۔ سچ ہے کسی کال میں تیز ہوائیں پہاڑوں کو بھی ہلا دیتی ہیں۔ لیکن راسخ العزم مہا پرشوں کے اٹل ارادوں کو کڑی سے کڑی صعوبتیں بھی متزلزل نہیں کر سکتیں۔ ایسے مہا پرشوں کے جیون کا اُدیش ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنے فرض کو پورے طور پر ادا کرنا۔ اور کوئی ایسا کام نہ کرنا جو انسانیت کی شان کے شایاں نہ ہو۔ وہ مرنا تو قبول کریں گے۔ لیکن اپنے اس اصول سے نہ ہٹیں گے۔ انجام کار مہادیو سوامی اس اژدہا کے مسکن کے پاس پہنچ گئے۔ اور نزدیک ہی ایک اچھی سی جگہ تجویز کر کے وہاں دھیان میں بیٹھنے کی طیاری کرنے لگے۔ جب وہ تھوڑی دیر تک آتم چنتن کرتے ہوئے وہاں کھڑے رہے۔ تو اژدہا آیا۔ اور اس نے سوامی جی کو اپنے سامنے بے دھڑک کھڑے ہوئے دیکھا۔ تو وہ مارے غصے کے جل بھن گیا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ "ہیں! ایک حقیر انسان کی یہ جرأت اس کا یہ حوصلہ کہ جنگل کی اس میری واحد ملکیت اور پُرسکون حکومت میں آ کر مخل ہو۔ اور اس طرح سے نڈر ہو کر میرے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو جائے۔ یہاں تو کسی پرند کو بھی پر مارنے کی مجال نہیں اور کسی چرند کو پاؤں رکھنے کی طاقت نہیں۔ یہ کیسا عجیب انسان ہے جو میری چھاتی پر مونگ دل رہا ہے۔ میرے پاس ہی بے دھڑک ہو کر کھڑا ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنی زندگی سے بیزار ہے۔ اور اپنی جان گنوانے کے لئے یہاں آیا ہے۔ تاکہ میں اس کا خاتمہ کر دوں یا یہ کوئی فاتر العقل ہے۔ کہ جسے میری طاقت اور حکومت کا علم نہیں۔ بہرحال چونکہ اس نے میری زد میں آنے کی ڈھٹائی کی ہے۔ اب یہ صحیح و سلامت واپس نہیں جا سکتا۔ میں اس کو ابھی ٹھکانے لگائے دیتا ہوں۔ اور اگر یہ اپنی مصیبتوں سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے اور دکھوں سے رہائی حاصل کرنے کے لئے مرنے آیا ہے۔ تو اس کی بھی دلی مراد بر آئیگی۔ اور میرا بھی ناشتہ اچھا ہو جائے گا۔"

سچ ہے ساون کے اندھے کو سب کچھ ہرا ہی دکھائی دیتا ہے۔ جیسے یرقان

کا رض ہو جائے ۔ اسے ہر شے پیلی ہی دکھائی دیتی ہے ۔ یہ اژدہا بچارا خود اپنے کرموں کے دکھوں میں مبتلا ہے ۔ اور ان سے نجات پانا چاہتا ہے ۔ اس لئے اسے باقی ساری دنیا بھی ایسی دکھائی دیتی ہے ۔ اس بچارے کو یہ دھوکا لگا ہے یہ غلط فہمی ہوئی ہے ۔ گیان کے پرکاش میں اور اگیان کے اندھیرے میں یہی فرق ہوتا ہے ۔

اب وہ سانپ بڑی شان اور غصے سے بل کھاتا ہوا بھگوان مہاویر کی طرف بڑھا اور پاس جا کر بڑے زور سے ایک پھنکار ماری ۔ وہ اتنی زہریلی تھی ، کہ سب طرف ایک نیلے رنگ کی روشنی پھیل گئی ۔ اور ایک چمک سی دکھائی دینے لگی ۔ آس پاس جو درختوں اور جھاڑیوں پر پرندے اور تپنگے بیٹھے تھے وہ سب بھسم ہو گئے ۔ اور جو جنگلی جانور اس وقت پاس سے جا رہے تھے وہ بھی کھیت رہے ۔ لیکن امن کے دیوتا بھگوان مہاویر اڈول کھڑے رہے ۔ زہر کا کوئی اثر نہ ہوا ۔ یہ دیکھ کر اژدہا تو آپے سے باہر ہو گیا ۔ اور دوڑ کر اس نے بھگوان پر حملہ کر کے پاؤں کے انگوٹھے پر اپنی پوری طاقت سے ڈنگ مارا لیکن وہ حیران رہ گیا جب اس دفعہ بھی بھگوان پر کوئی اثر نہ ہوا ۔ وہ اسی طرح سے شانت اور دھیر کھڑے رہے جیسے کہ پہلے دھیان میں مگن کھڑے تھے اژدہا کو اپنی طاقت پر اپنی زہر پر اور پرانیوں کو بھسم بھوت کر دینے کے بل پر بڑا غرور تھا ۔ لیکن اب جب اس کی ساری شیخی کرکری ہو گئی تو وہ مارے ندامت کے عرق عرق ہو گیا ۔ تاہم اس نے پھر ایک دفعہ اپنی پوری شکتی لگا کر تلہ کیا ۔ اور سارے جسم پر ڈنگ چلائے اور زور زور کی پھنکاریں مار کر بھگوان کو زمین پر گرانا چاہا ۔ لیکن یہ حیوانی اور شیطانی طاقت روحانی طاقت کے سامنے ہار گئی ۔ روحانی طاقت غالب آئی ۔ آتمک شکتی کی فتح ہوئی ۔

مہاویر سوامی ویسے ہی اڈول کھڑے رہے ۔ بولو بھگوان مہاویر سوامی کی جے! یہ ہے اہنسا برت کی فتح ! یہ ہے اہنسا دھرم کی بزرگی !! یہ ہے اہنسا اصول کی

برتری اور فضیلت !!

آج کل جب کہ سائنس، دلیل اور حجت بازی کا زمانہ ہے۔ لوگ اس واقعہ کو پڑھ کر یا سُنکر مذاق اُڑائیں گے۔ اور اسے محض ایک بناوٹی قصّہ مہاویر سوامی کے بھگتوں کی اُپج خیال کریں گے۔ اور اسے محض ایک پریل کی کہانی تصور کریں گے۔ اور ظاہرہ معلوم بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن یہ اُن لوگوں کا قصُور نہیں۔ یہ قصُور ہے موجودہ تعلیم کا۔ جس نے روحانی تعلیم کا اڈا ہی اُٹھا دیا ہے۔ اور آتمک شکتی کا نام ہی نہیں رہنے دیا۔ اس کا لوگوں کو کچھ گیان یا دھیان ہی نہیں۔ اس کی اہمیت کی کوئی خبر ہی نہیں پھر بھلا ہم کنوئیں کے مینڈک سمندر کی وسعت کو کیا جان سکتے ہیں۔ ہم گوبر کے کیڑے پھولوں کی دماغ کو معطر کرنے والی خوشبو کی کیا پہچان کرسکتے ہیں۔ ہمارا وہ گیان جس سے یہ لطیف چیزیں جانی جاتی ہیں ختم ہو چکا ہے۔ ہماری وہ شردھا کی آنکھ جس سے یہ واقعات اپنے اصلی روپ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ پھوٹ چکی ہے۔ ہم اب وہی کچھ جان سکتے ہیں جو ہماری عنصری آنکھ دیکھ سکے۔ یا ہماری اگیان سے ملین تچھ بدھی سمجھ سکے۔ حالانکہ ہمارا روزانہ کا تجربہ بتاتا ہے کہ ہماری یہ آنکھیں کئی اُن چیزوں کو بھی نہیں دیکھ سکتیں جن کی موجودگی کا ہمیں کوئی شک نہیں۔ مثلاً ہوا، بھوک، درد عقل وغیرہ کو کون دیکھ سکتا ہے۔ لیکن اُن کی موجودگی سے بھی انکار نہیں۔ ہماری عقل سینکڑوں دنیاوی واقعات کو، کئی امراض کو اور بیسیوں دوسری چیزوں کو نہیں سمجھ سکتی۔ لیکن تاہم ہم باتوں سے منکر نہیں ہوتے۔ پھر ہم روحانیت کے مقابلہ میں ہی کیوں ایسی ضد دکھاتے ہیں۔ اس کی وجہ محض ہماری جہالت اور ہمارا اگیان ہے۔ جن لوگوں کو یہ واقعہ غیراغلب اور غیر یقینی معلوم ہوتا ہے۔ کیا اُنہوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ معمولی سپیرے بھی زہریلے سانپ کو پکڑ لیتے ہیں۔ اور اُن کے ڈنگ کو دوائی لگا کر ٹھیک کر لیتے ہیں۔ جب مادی طاقتیں ہی سانپوں کو قابو کرسکتی ہیں۔ تو روحانی طاقتوں کا اُن کو زیر کرنا کیوں غیراغلب اور

غیر ممکن سمجھا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے ؎

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری قدرِ گل بلبل شناسد قدر عنبر عنبری

مہاویر بھگوان جیسے آتمک شکتیوں کے رکھنے والے سچے یوگی۔ پورن مہاتما اور ایک نرالے مہا پُرش کی مہاتما اور طاقت کو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اگر سچے یوگی کی فلاسفی اس کا عقیدہ اس کا یقین اس کا ایمان ہماری سمجھ میں آ جائے تو پھر یہ باتیں غیر ممکن معلوم نہ ہوں۔ سنیئے سچے یوگی کا منتو یہ کیا ہوتا ہے اس کی زندگی کا کیا اصول ہوتا ہے۔ اس کے جیون آدھار کی نظا کیا ہوتی ہے۔ وہ کس آتمک چٹان پر اپنا پاؤں جماتا ہے۔ ایک سچا یوگی آتم چنتن میں لگا ہوا اپنی آتما کو ابھارتا ہے۔ اسی میں جاگرتی پیدا کرتا ہے۔ وہ کسی سے رغبت یا نفرت نہیں رکھتا۔ وہ ہر ایک شئے میں ایک ہی آتم تتو کا وکاس دیکھتا ہے۔ اسے اپنے سوا کوئی غیر دکھائی ہی نہیں دیتا۔ اس کی نظر میں کوئی زہریلا یا پاپی ہوتا ہی نہیں جب اسے کوئی غیر دکھائی ہی نہیں دیتا تو وہ نہ تو کسی کو دُکھ دیتا ہے اور نہ دُکھ مانتا ہے۔ نہ کسی کو ڈراتا ہے نہ کسی سے ڈرتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ وہ ہر حال میں یکساں رہتا ہے۔ نہ دنیا کے تجملات اسے اپنی طرف راغب کر سکتے ہیں اور نہ دُنیا کی آفات اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ ڈال سکتی ہیں۔ سورج اپنی گرمی چھوڑ دے۔ آگ میں ٹھنڈک کا گن آ جائے۔ پہاڑ اُڑنے لگ جائیں۔ ہرے درختوں میں سے آگ کی چنگاریاں نکلنے لگیں۔ یہ سب کچھ تو ممکن ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ ایک سچے یوگی کے من میں شتھلتا یا کمزوری آئے۔ اس کے قدم میں تزلزل واقع ہو۔ اس کی چال میں فرق پیدا ہو۔ اس کے اصول میں کمزوری دکھائی دے۔ وہ سدا ایک رس سب کا پیارا سب کا متر اور سب کا بھلا چاہنے والا اور کرنے والا بن کر دنیا میں وچرتا ہے۔ چونکہ وہ خود کسی کا بُرا نہیں کرتا۔ اس لئے دُنیا کی کوئی ہستی اس کا بُرا نہیں کر سکتی۔ نہ ہی اسے اپنے اصول سے گرا سکتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں اور اپنے دل میں بھی خیال کرتے ہیں کہ ہم بھی دھیان میں بیٹھتے ہیں، تپسیا بھی کرتے ہیں۔ ہمارے اندر تو کوئی ایسی طاقت نہیں آتی کہ سانپ کے ڈنگ کو تو کیا ایک مچھر کے یا ایک چیونٹی کے ڈنگ کو ہی سہار سکیں۔ لیکن ایسے بھائی ذرا ایمانداری سے اپنے دل میں سوچیں کہ کتنے عرصہ کے لئے وہ اپنے من کو ایکاگر کرکے ٹھہرا سکتے ہیں۔ کتنی دیر تک وہ دنیا کے باقی خیالات کو من سے بالکل باہر نکال کر اسے خالی کر سکتے ہیں۔ کتنی دیر تک وہ اپنی توجہ کو ایک ہی مقام پر جما سکتے ہیں۔ ان باتوں پر اچھی طرح غور کرلے سے پتہ لگیگا کہ وہ ایک آدھ منٹ یا چند سیکنڈ بھی اپنے من کو سیتر نہیں کرسکتے تو پھر کس طرح سے وہ اُمید باندھتے ہیں کہ انہیں وہی طاقت حاصل ہو جائے۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ اگر دھیان میں بیٹھیں اور کوئی چیونٹی یا دیگر کوئی کیڑا ہمارے جسم پر صرف چلنے ہی لگے، کاٹے بھی نہ۔ تو بھی ہمارا دھیان ٹوٹ جاتا ہے اور ہماری ساری توجہ اس کیڑے کی طرف کھچ آتی ہے۔ اگر ہمت ہے تو پیدا کرو ایسی حالت کہ ہم دھیان میں ایسے مگن ہوں کہ چاہے ہمیں خارش ہو یا اور کوئی جیو ہمارے جسم پر چلے یا کاٹے ہمیں پتہ ہی نہ رہے۔ دیکھو پھر وہی طاقت آتی ہے یا نہیں۔ ہم بیٹھتے ہیں دھیان میں اور من میں ہوتے ہیں گھریلو معاملے یا بازاری سودے۔ پھر کیسے طاقت حاصل ہو یکسوئی سے طاقت آتی ہے۔ میری آنکھوں دیکھی بات ہے کہ ایک مہاتما کی پشت پر کار بنکل پھوڑا اٹھا۔ اس کا اپریشن ہونا تھا۔ جب انہیں ہسپتال میں لے گئے اور وہ میز پر ڈال کر انہیں کلوروفارم وغیرہ کے زیر اثر لانے کی تیاریاں کرنے لگے تو مہاتما جی نے کہا کہ ان باتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ جس وقت اپریشن کرنا ہو اس سے ایک منٹ پیشتر مجھے بتا دینا۔ ڈاکٹر نے بہترا کہا کہ مہاراج ایسے یہ کام نہ چلیگا۔ قریب دس پندرہ منٹ کے لئے ساری پیٹھ کی چیر پھاڑ کرنی ہے۔ مہاتما جی نے ایک کاغذ پر لکھ دیا کہ میں اپنی مرضی سے بغیر کلوروفارم

کے اپنا اپریشن کرانا چاہتا ہوں میری موت واقع ہو جائے تو ڈاکٹر صاحب کے سر پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی اب ڈاکٹر صاحب بھی مجبور ہو گئے۔ چنانچہ جب وہ سب سامان طیار کر چکے تو مہاتما جی کو کہا گیا۔ مہاتما جی اپنی لاٹھی لیکر اٹھ کھڑے ہوئے اور اسی لاٹھی کے سہارے اکڑوں کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا جب میں "ہوں" کروں۔ آپ اپنا کام شروع کر دینا اور جب کام ختم ہو جائے تو میری گردن کو زور سے مل دینا۔ ڈاکٹر بیچارا ڈرتا تھا۔ لیکن بے بس تھا۔ آخر ویسا ہی کیا گیا۔ ڈاکٹر نے پورے بیس منٹ اپنا چاقو کافی گہرا پیٹھ کے اندر چلایا۔ دو چھوٹی چھلیاں خون اور پیپ کی بھر کر نکالیں۔ لیکن مہاتما جی آرام سے لاٹھی ٹیک کر کھڑے رہے ذرا حرکت نہ کی۔ نہ ہی کراہے نہ ہی بولے۔ پٹی وغیرہ باندھنے کے بعد ان کی گردن کو ان کے فرمانے کے مطابق ملا گیا اور پھر اٹھا کر انہیں چارپائی پر لٹا دیا گیا۔

یہ ہے یوگ شکتی کا بل۔ اس لئے ہمیں حیرانی ظاہر کرنی چاہیئے بلکہ پورن شردھا سے اپنے آپ میں اس قسم کی طاقت پیدا کرنی چاہیئے۔ جس چیز کو ہم جانتے نہیں۔ اس پر نکتہ چینی کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔ ایک الف بے پڑھنے والا لڑکا اگر ایم اے کی کتابوں پر نکتہ چینی کرے تو اس کی حماقت ہے ایک جوتی سینے والا چمار اگر ایک سائنس داں کے تجربوں پر رائے زنی کرے تو اس کی پہلے درجے کی جہالت ہے۔ پہلے خود اس میدان میں دسترس حاصل کرنا چاہیئے۔ پھر اس کے متعلق کچھ کہنے کا حق ہو سکتا ہے لیکن جب دسترس حاصل ہو جاتا ہے تو پھر نہ تو کہنے کی ضرورت ہی رہتی ہے نہ ساہس۔ اسلئے ضروری ہے کہ ہم سب کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ کم از کم چند منٹ کیلئے من کی ایکاگرتا حاصل ہو جائے۔ اس لئے روزانہ ابھیاس کرنا چاہیئے۔

آمدم بر سر مطلب۔ جب سانپ اپنا سارا زور لگا کر ہار گیا۔ تو اسے بڑی ندامت محسوس ہوئی۔ ساتھ ہی وہ بھونچکا سا رہ گیا کہ یہ بات کیا ہے۔ اس کے

ساتھ ہی بھگوان مہاویر کے لئے اس کے دل میں کچھ دیا کا بھاو پیدا ہوا کیونکہ اُس نے خیال کیا کہ میں نے کتنی تکلیف دی ہے۔ کتنے وار کئے ہیں کتنے ڈنگ چلائے ہیں۔ لیکن اُنہوں نے آ تم سے کچھ نہیں لیا۔ نہ ہی میرے وار سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ ساتھ ہی مہاویر سوامی کی ویرتا اور دھیرتا کا اس کے من پر بڑا بھاری اثر ہوا۔ ان تمام وجوہات سے اس کے دل میں سوامی کے لئے کچھ پریم سا پیدا ہو گیا۔ یہ تمام بھاو اس کے دل میں یکے بعد دیگرے آن کی آن میں آئے اور اس نے پھر بھگوان کی طرف اس طرح سے نظر اُٹھا کر دیکھا کہ جیسے کوئی اسے ایسا کرنے کے لئے مجبور کر رہا ہو۔ یہ کس چیز کا اثر تھا۔ یہ اس سچے پریم کا پربھاو تھا۔ جو بھگوان کے دل میں اس کے کلیان کے لئے موجود تھا۔ سانپ کا دل اپنی بدفطرتی کی وجہ سے کانپنے لگا۔ جب اس نے بھگوان کی طرف نگاہ اُٹھائی۔ تو اسے اپنے سامنے دیا۔ کرپا۔ شانتی اہنسا۔ دھیریہ اور ویرتا کا ایک روپ کھڑا دکھائی دیا۔ بھگوان کا اگادھ پریم اور بے اندازہ محبت دیکھ کر وہ اپنے کرورتا کے بھاو دل میں نہ رکھ سکا جونہی اس نے اپنے بُرے بھاو دل سے دُور کئے۔ اسے اپنے متعلق گھرنا ہو گئی اور اپنے آپ کو دھکارنے لگا۔ بھگوان مہاویر سے جو بدسلوکی اس نے کی تھی اس کے باعث اس کا ضمیر اندر ہی اندر چٹکیاں لینے لگا۔ اس کی مختلف قسم کی حرکات و سکنات سے عیاں تھا کہ وہ اپنے کئے پر پچھتا رہا ہے اور اپنے آپ کو دھکار رہا ہے۔ یہ ہے سنتوں کی سنگت کا پھل! یہ ہے صحبت صالح کا نیک اثر!! اس سانپ کا جو زہر کا سروپ تھا دشمن ہی تھا۔ اچھی سنگت سے سوبھاو ہی بدل گیا۔ اس کی فطرت ہی دگرگوں ہو گئی۔ مگر ہر ایک پرانی کو ایسی سنگت دستیاب نہیں ہوتی ہے کسی کسی خوش قسمت کے حصہ میں آتی ہے جس کے پچھلے جنموں کے کرم شبھ ہوں۔ یاد رکھئے سچا گیان تبھی حاصل ہوتا ہے جب جہالت کا اندھیرا صداقت کی روشنی سے دُور ہو جائے۔ وہ صداقت

اور ستیہ دھرم ملوگ بغیر ست سنگ کے نہیں مل سکتے۔ چونکہ گیان کے بغیر ہمارا کلیان نہیں اور گیان ست سنگ کے بدوں حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہمیں لازم ہے کہ مہاتما پرشوں کا ست سنگ کریں اور دھرم کا مارگ گرہن کریں
جب بھگوان مہاویر نے سانپ کے بھاوں میں یہ تبدیلی دیکھی تو انہوں نے اُسے کہا۔" اے چنڈکوشیا! جاگو، بیدار ہو مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ تمہارے اندر اتنی جلدی یہ تبدیلی آگئی ہے۔ اور پہلے سے زیادہ خوش معلوم ہوتے ہو۔ تمہارے من میں ان اچھے خیالات کا پیدا ہونا تمہارے پچھلے شبھ کرموں کا نتیجہ ہے۔ اور اب یہ تم پر منحصر ہے کہ ان کو قائم رکھو یا نہ۔ تمہیں اپنی ذات کو، اصلیت کو، اپنی آتما کو جاننا اور پہچاننا چاہیے۔ تم دُکھی اس لئے رہے ہو کہ تم اپنا سوروپ بھول گئے تھے۔ اور اس لئے تم نے ایک بے گناہ جیووں کو دُکھ دیا ہے۔ اس لئے مَیں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ جو پاپ تم نے اس جنم میں کئے ہیں۔ ان کا سچے دل سے پشچاتاپ کرو۔ اپنے پچھلے مند کرموں پر دھیان دو۔ اور اپنی پستی اپنی گراوٹ کا باعث معلوم کرو۔ آئندہ کوئی دُشٹ کرم نہ کرو۔ ورنہ اس سے بھی بُرے نتائج بھگتنے پڑیں گے۔"
چنڈکوشیا نے بھگوان کا یہ وچن امرت بڑی توجہ سے سنا۔ اور اس نے اپنے سابقہ کرموں پر وچار کرنا شروع کیا۔ جلدی ہی اسے انبھو ہو گیا کہ پچھلے جنم میں، وہ سادھو تھا۔ لیکن اس کا مزاج بڑا چڑچڑا تھا۔ ایک دن وہ بھکشا کے لئے اپنے ایک چیلے کے ساتھ جا رہا تھا۔ جب اس کا پاؤں ایک مُردہ مینڈک پر پڑا۔ چیلا چونکہ کچھ ضدی طبیعت کا تھا۔ فوراً کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ گورو جی! ٹھہر جائیے آگے نہ بڑھیے۔ آپ نے اس مینڈک کو اپنے پاؤں سے کچل ڈالا ہے۔ اس کا کفارہ کرنا ہو گا"
گورو نے کہا۔ نہیں بچے مَیں نے اس مینڈک کو نہیں مارا۔ یہ تو پہلے ہی مرا پڑا تھا۔ غلطی سے صرف میرا پاؤں اس کے اوپر پڑ گیا ہے لیکن چیلا اپنی بات

پر ڈٹا رہا۔ اور گورو کو جھٹلانے لگا۔ اس پر سادھو کو غصہ آگیا۔ اور اس نے چیلے کو اس کی گستاخی کا سبق سکھانے اور گورو کو جھوٹا ٹھہرانے کا مزا چکھانے کا فیصلہ کیا۔ جب وہ ایک سنسان جنگل میں پہنچے۔ تو سادھو نے وہ مقام اپنا انتقام لینے اور اپنا ارادہ مکمل کرنے کے لئے مناسب سمجھا۔ پس وہ اچانک چیلے کے اوپر ٹوٹ پڑا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ چیلے کو کوئی ضرب پہنچا تا۔ اس کا سر ایک تختہ دیوار سے ٹکرایا۔ اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ کافی عرصہ اسی حالت میں پڑا رہا۔ اور چونکہ چوٹ سخت آئی تھی۔ اس لئے بے ہوشی کی حالت میں ہی اس کے پران نکل گئے۔

اگرچہ یہ سادھو تھا اور اس نے کئی اچھے کرم بھی کئے تھے لیکن اس غصہ کی حالت میں مرنے کی وجہ سے اس کو کئی جنموں میں دکھ اٹھانا پڑا۔ چونکہ سادھو جیون میں اس نے اچھے کرم بھی کئے تھے بہت مدت کے بعد ان کے عوض اس نے دیوتا کا جنم پایا۔ اور بعد میں پھر ایک استھان کے کل پتی کے روپ میں اس دنیا میں جنم لیا۔ اور اس کا نام کوشک رکھا گیا۔ لیکن وہ اتنا سخت مزاج اور بد خصلت تھا کہ باقی سارے سادھو اس کی بد سلوکی سے تنگ آکر ایک ایک کرکے چلے گئے۔ اب کوشک اس مقدس بن کا اکیلا مالک تھا۔ وہ کسی کو وہاں سے پھل یا پھول توڑنے یا لکڑیاں کاٹنے تک کی بھی اجازت نہ دیتا تھا۔ اس کی سڑیل مزاجی اور بد اخلاقی کی وجہ سے لوگ اس کو چنڈ کوشک کے نام سے پکارنے لگے۔ چنڈ تیز کو کہتے ہیں۔ جوں جوں وہ بڑا ہوتا گیا وہ زیادہ ظالم بنتا گیا۔ ایک دن شویتامبری نگر کے کچھ کشتری راج پتر اس بن میں شکار کھیلنے کی غرض سے آئے۔ جونہی چنڈ کوشک کی نگاہ ان پر پڑی وہ لے تیشا ان پر حملہ کرنے کے لئے دوڑا۔ کہ کیوں وہ اس کی حدود کے اندر داخل ہوئے ہیں۔ لیکن بجائے ان کو مارنے کے وہ خود مر گیا کیونکہ جب وہ اپنے جوش میں اندھا ہو کر ان راج پتروں کی طرف دوڑ رہا تھا تو وہ ایک اندھے کنوئیں میں گر گیا۔ اور ایسی کاری چوٹیں آئیں کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اسی جگہ کوشک نے اس طرح سے مر کر سانپ کا جنم پایا۔ اپنے کھوٹے

تہ تیغ کرنے سے نہیں جھجکتا ۔ آخر کار جب اس کا کرودھ پیشچا تاپ یا رنج کی صورت اختیار کر لیتا ہے ۔ تو وہ بعض اوقات خودکشی بھی کر بیٹھتا ہے غصے سے انسان کے اندر جسمانی ۔ دماغی اور اخلاقی کمزوری آتی ہے ۔ اور یہ کمزوری اس کے چہرہ پر عیاں ہوتی ہے ۔ اس لئے کسی انسان کو غصے کے بدلہ میں غصہ نہ کرنا چاہیئے ۔ جو انسان اپنے غصہ پر قابو پا سکتا ہے وُہ شاندار انسان ہے ۔ ایسے انسان میں بے شک بعض دفعہ کچھ گرمی آجاتی ہے لیکن اس کا قلب مکھن کی طرح نرم اور رقیق رہتا ہے ۔ وہ گرمی ہانی پہنچانے یا ایذا رسانی کے لئے نہیں آتی بلکہ اس میں اس شخص کی بھلائی مقصود ہوتی ہے جس کو گرمی دکھائی جاتی ہے ۔ وہ مہا پرش ہمیشہ دوسروں کے بندھن چھڑانے میں دوسروں کی تکلیف دُور کرنے میں اور دُوسروں کا دُکھ ہٹانے میں کوشاں رہتا ہے ۔ یہ ایک مسلّمہ اصول ہے کہ دُوسروں کی بھلائی یا فائدہ کرہی وہ انسان سکتا ہے جو کرودھ کے جذبے سے پاک ہو ۔ برعکس اس کے جو انسان غصّے کا جواب غصّے سے دیتا ہے وہ کئی بداعمالیاں کر بیٹھتا ہے اور کئی آفتیں کھڑی کر لیتا ہے ۔ یہی وجہ تھی کہ بھگوان مہاویر نے سانپ کے برخلاف کسی قسم کا غصہ نہ کیا ۔ اور نہ ہی اپنی روحانی طاقت کے بل سے اسے تباہ کیا ۔ بھگوان نے شانتی اور دھیرج سے کام لیتے ہوئے چنڈکوشیا کی بدعنوانیوں کو معاف کر دیا ۔

باوجود ان سب وجوہات کے بتائے جانے کے اب بھی کئی کمزور دل انسان ہیں ، جو بھگوان مہاویر کے اس شانتی کے رویہ کے متعلق نقطہ چینی کرتے ہیں ۔ لیکن ان کی یہ نام خیالی ہے ۔ وہ حقیقت میں اس اہنسا دھرم کے راز کو نہیں سمجھ سکتے ۔ ع　فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست

مگر ساتھ ہی وہ لوگ بھی جو اہنسا دھرم کے قائل ہیں وہ بھی بھگوان کے اس مارگ پر چلنے کی کوشش نہیں کرتے اس لئے ضروری ہے کہ اس سہن شیلتا

شانتی اور اہنسا دھرم کے متعلق تھوڑا سا اور عرض کیا جائے۔
آج دنیا والے اپنے خیال کے مطابق یہی سمجھتے ہیں کہ تکلیف دئے جانے پر یا ہتک ہوتے پر وہی انسان خاموش رہتا ہے کہ جو کمزور اور ڈرپوک ہو۔ ورنہ جس کی رگوں میں خون ہے اور جس کے خون میں جوش ہے۔ اور جس کی رگ حمیت پھڑک سکتی ہے وہ اس قسم کی ہر لیاقت کو برداشت نہیں کر سکتا بلاشبہ عام خیال یہی ہے۔ لیکن اس اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے متعلق کچھ پہلے بھی عرض ہو چکا ہے جو نقصانات اس سے ہوتے ہیں۔ اور جو بد نتائج اس سے نکلتے ہیں وہ کچھ حد تک پیشتر اور جگہ بیان ہو چکے ہیں۔ لیکن چونکہ بھگوان مہاویر سوامی کی زندگی کا راز ہی اس میں چھپا ہوا ہے۔ جین دھرم کی آدھار شلا ہی یہ ہے۔ اس لئے چند الفاظ اور اس کے متعلق کہنے جانے ہونگے
حقیقت یہ ہے کہ علم۔ بردباری یا سہن شیلتا مضبوط ترین اور بہترین انسانوں کا وصف ہے اور اس اعلیٰ وصف کے رکھنے والا انسان ہی اپنی ہتک کو شانتی سے برداشت کر سکتا ہے اور یہ وصف بھگوان مہاویر میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان کے پاس ہر قسم کی طاقت اپنے مخالفین سے بدلہ لینے کی تھی۔ لیکن تاہم انہوں نے طعنہ آمیز باتوں اور اپنے جسم پر کی ہوئی سختی کو پورے سکون سے برداشت کیا۔ بھگوان کا عقیدہ یہ تھا کہ جب کوئی انسان ہم کو دکھ دیتا ہے تو ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم سوچیں کہ اس کا وہ فعل ہم کو حقیقتاً کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ کیونکہ دراصل نقصان وہ ہوتا ہے جو ہماری آتما کو پہنچے۔ شریر کو دکھ پہنچا تو حقیقی نقصان نہیں گنا جا سکتا۔ پھر غور کرنے کے بعد بھی اگر ہم اس نتیجہ پر پہنچیں کہ وہ انسان ضرور ہماری کچھ ہانی کر رہا ہے تو پھر ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ ہمارے اس حریف کے اس فعل کی تہ میں کیا راز ہے۔ اسے کس چیز نے ہم کو دکھ دینے کی اکساہٹ پیدا کی ہے۔ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ کیا کسی وقت ہم نے اپنے اس حریف کو خود جان بوجھ

کر یا انجان پنے سے دکھ دیا۔ یا دکھ پہنچانے کی چیشٹا کی۔ یا کیا اس انسان نے ہماری کسی غلطی یا ہمارے کسی فعل کے باعث تکلیف اٹھائی۔ اگر ان میں سے کوئی بھی بات ہو، تب تو ہمارا کوئی حق ہی نہیں رہتا کہ اپنی نادانی یا اپنے فعل کے بدلہ میں آئی ہوئی تکلیف کی وجہ سے ہم رنجیدہ خاطر ہوں۔ اور پھر بدلہ لینے کی تیاری کریں۔ ایسی صورت میں ہمیں شکایت کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ کسی گلہ یا شکوہ کا کوئی موقعہ ہی نہیں ہوتا۔ ایسے موقعہ پر تو اس بات پر دھیان دینا چاہیئے کہ کیا یہ عام اصول نہیں ہے کہ نقصان یا تکلیف پہنچنے پر انسان کے دل میں بدلہ کا بھاؤ اٹھتا ہی ہے۔ اسی طرح سے ہماری وجہ سے اس شخص کو کوئی نقصان یا تکلیف پہنچی ہے، تو اس کا ہم سے بدلہ لینے اور ہم کو تکلیف دینے کی کوشش کرنا بالکل واجب اور درست ہے۔ ہمیں اس کے متعلق کوئی رنج یا غصہ نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ ایسی صورت میں تو ہمارا فرض یہ ہوتا ہے کہ جس ہماری غلطی یا جس ہمارے فعل کے باعث ہمارے مخالف کو ایذا پہنچی تھی۔ اس کے متعلق ہم خود کفارہ کریں پشچاتاپ کریں۔ اور اس شخص سے معافی کے طلبگار رہوں۔ اس طور سے ہمارا کچھ بگڑتا نہیں، لیکن ہم اپنا سدھار کر لیتے ہیں۔

لیکن اگر پوری طرح غور کر لینے کے بعد بھی ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہم تو بالکل بے قصور ہیں اور مخالف کی مخالفت بے جا اور ناواجب ہے۔ پھر بھی ہمیں یہ غور کرنا چاہیئے کہ ہمارے حریف نے کن حالات کے اندر اور کس مقصد سے ہمیں تکلیف پہنچائی۔ کیا اس کی نیت بد تھی یا کہ اس نے چند حالات سے مجبور ہو کر ایسا کیا۔ پھر ہم اپنے آپ کو مخالف کی جگہ رکھ کر سوچیں کہ کیا ہم بھی اگر ان حالات میں ہوتے تو ایسا ہی کرتے یا نہ۔ اگر اس غور و خوض سے ہم محسوس کریں کہ ہمارے مخالف کی نیت کھوٹی نہ تھی لیکن اس نے حالات سے مجبور ہو کر اپنا فعل کیا۔ تو اس صورت میں بھی ہمارا

کوئی حق نہیں کہ ہم اس کے خلاف غصہ کا جذبہ پیدا کریں۔ لیکن اگر ساری تحقیقات اور چھان بین کا نتیجہ یہ نکلے کہ اس آدمی نے ہمیں دیدہ دانستہ نقصان پہنچایا ہے یا اس کی کوشش کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص مورکھ اور اگیانی ہے اور مورکھ انسان پاگل کے برابر ہوتا ہے۔ پاگل پر کوئی غصہ نہیں کرتا۔ اس لئے اس کے خلاف غصہ کا اظہار نہ کریں۔ لیکن اگر ہم غصہ کریں گے تو اس غصہ کا اس پر تو جو اثر ہوگا وہ تو ابھی دیدنی بات ہے لیکن ہمارا ابدی نقصان ہو جائے گا۔ اور بلکہ ہم اس جگ کے اندر غصہ کی لہریں پیدا کر کے پاپ کے بھاگی بھی بنیں گے۔ یہ سارا سنسار ایک جسم کے مانند ہے ہم بھی اس میں ایک انگ ہیں۔ یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ اگر جسم کے کسی عضو میں زہریلا پھوڑا ہو جائے یا سانپ کے ڈسنے سے زہر کا اثر ہو جائے تو وہ زہر سارے جسم میں سرایت کر جاتا ہے اور سارے جسم کے گل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اسی طرح سے ہم اپنے اندر غصے کا جذبہ پیدا کر کے نہ صرف اپنے آپ کو اور نہ ہی صرف اپنے مدمخالف کو بلکہ سارے سنسار کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس لئے ان سب کی بھلائی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے لئے واجب ہے کہ ہم اپنے حریف کو معاف کر دیں۔

اگر آج انسانی سماج اس اصول کو اچھی طرح سے سمجھ جائے اور اس پر کاربند ہونے لگے اور اگر لوگ بدلہ لینے کی نیت کرنے سے پہلے اس طرح سے بچار کر لیں تو سنسار کی زیادہ برائیاں۔ یہاں کے اکثر لڑائی جھگڑے ختم ہو جائیں کسی بین الاقوامی امن کانفرنس کی ضرورت ہی نہ رہے۔ نہ ہی دنیا کو طاقتوں کو غیر مسلح کرنے کی نامعقول قراردادیں پاس کرنی پڑیں۔ سائنس جو آج کل خون خرابے۔ قتل و غارت اور بربادی و تباہی کا باعث بن رہی ہے وہ بھی انسانوں کی بھلائی کی طرف لگ جائے۔ گذشتہ اور موجودہ جنگ میں سائنس کی یہ غلط چال ہی ہے جس نے لاکھوں جانوں اور

کروڑوں روپیہ کا نقصان کیا ہے۔
اب ایک اور نظریہ سنئے۔ اگر ہم بھگوان مہاویر کے اس رویہ برداشت کو بزدلی اور کائرتا سے منسوب کریں تو دنیا میں بہادری کا معیار ہی اڑ جائے گا۔ ظلم و تشدد، قتل و خون کو تو شجاعت کا نام نہیں دے سکتے۔ خونخوار اور ظالم انسان تو بہادر نہیں کہا جا سکتا۔ برعکس اس کے بیسیوں مثالیں دیکر یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ حلم اور بردباری ہمیشہ شہ زوروں اور بہادروں کا شیوہ رہا ہے۔ بزدلوں اور کمزوروں کا نہیں۔ کیا یہ قابلِ تعریف وصف بزدلوں میں آ سکتا ہے کہ جو چھپ کر اپنا وقت گزارتے ہیں۔ ہر چوہے اور بلیوں تک سے خوف کھاتے ہیں۔ اور جو کہ اپنی جان بچانے کے لئے عورتوں کی طرح پردے میں پناہ لیتے ہیں۔ ان کا تو دل ہی خوف سے کانپتا رہتا ہے۔ انہیں تو شجاعت کے نام کا بھی پتہ نہیں ہوتا۔ صرف شہ زور اور باحوصلہ آدمی جو کہ ایک گنہگار کو اس کے گناہ کی سزا دینے کے بھی قابل ہوتے ہیں۔ اس وصف کی قدر و قیمت کو جانتے ہیں۔ لیکن اگر وہ لوگ حلم و بردباری کا ذکر کرتے ہیں جن کے ایک طرف تو دل پر چرکہ لگا آتا ہے دوسری طرف وہ اپنے حریف کو سو سو صلواتیں سنا رہے ہوتے ہیں۔ اور جو اپنے مکان سے بھی باہر نکلنے سے خوف کھاتے ہیں۔ تو وہ اس وصف کا ایک مذاق اڑاتے ہیں۔
بردباری میں انتقام کا کوئی مقام نہیں نہ ہی گلہ شکوہ کی گنجائش ہے جب تک انتقام کا ذرا خیال بھی دل میں موجود ہے بردباری اور حلم کا وصف دل میں جاگزین نہیں رہتا اور جب تک بردباری پورے طور پر دل میں جڑ نہ پکڑے اس وقت تک اس بات کا امکان ہے کہ انتقام بازی اور بدعنوانی کی مذموم اور قبیح برائیاں دل میں ڈیرا جما لیں۔
آؤ اب ذرا انتقام کی بیرونی شکل پڑتال کریں۔ انتقام اس

وقت مکمل عریانی میں ہمارے سامنے آتا ہے کہ جب ایک شخص دوسرے کو گالی کے عوض میں گالی دیتا ہے انتقام کی اور بھی کئی صورتیں ہیں جو شاستروں میں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً ایک شخص گالی کے عوض میں گالی نہیں دیتا۔ لیکن ایک اور زیادہ مہذب طریقہ بدلہ لینے کا اختیار کرتا ہے یعنی وہ پولیس یا عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اس صورت میں بھی انتقام کی بھاونا تو موجود ہے صرف اس بھاونا کی تکمیل کا طریقہ قدرے بدل لیا جاتا ہے یا ایک اور بھی انتقام کی شکل ہے۔ یعنی نہ تو گالی کے جواب میں گالی دی جاتی ہے نہ ہی پولیس یا عدالت میں چارہ جوئی کی جاتی ہے بلکہ گالی کھانے والا یہ الفاظ کہتا ہے۔ "اچھا کوئی بات نہیں۔ اس نے اپنی ہی زبان گندی کی ہے۔ ایک دن اس کا مزا چکھنا پڑے گا۔ بلکہ اس کا پھل مع سود بھگتنا پڑے گا۔ ان الفاظ کے استعمال میں بھی خوف، حیا اور غرور تینوں کی ملی جلی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ بلاشبہ انتقام کی یہ شکل متذکرۃ الصدر دونوں صورتوں سے بہتر ہے کیونکہ اس میں جو کچھ کرنا ہے اس کا فیصلہ فوراً نہیں کیا جاتا بلکہ کرموں کی پختگی پر چھوڑا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات قابل دھیان ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد تو انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے جو اس شکل میں انتقام لیتے ہیں۔ یعنی ظالم کو اس کے ظلم کی سزا اس کے کرموں پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اکثر لوگ تو خود ہی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔

انتقام لینے کی ایک اور لطیف شکل ہے جس میں بدلے کا بھاو دل میں پوشیدہ رہتا ہے اور خاص خاص وقت اس کا اظہار ہوتا ہے۔ یعنی جب کبھی اپنے حریف کو مصیبت میں مبتلا دیکھتے ہیں تو فوراً پکار اٹھتے ہیں۔ "واہ واہ! یہی وہ آدمی ہے کہ جس نے مجھے فلاں وقت فلاں مقام پر گالیاں دی تھیں۔ خوب! خوب! اگرچہ دیر تو لگی۔ لیکن یقیناً یہ آدمی اپنے ہی کئے کی سزا اب بھگت رہا ہے۔ بلاشبہ قدرت انصاف کرتی ہے۔ اگرچہ بسا اوقات اس میں دیر لگ جاتی ہے۔ ہمارے دلوں کے اندر اس جذبہ کا موجود

ہونا ہی اس بات کی علامت ہے۔ کہ ہم اس بات کے خواہشمند ہیں کہ ہمارے حریف کو کسی نہ کسی طریقہ سے کسی نہ کسی شکل میں سزا ملے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم اس طور سے پھوٹ نہ پڑتے۔ ہمارے حریف پر وہ مصیبت خواہ کسی طرح سے اور کسی وجہ سے آئی ہو۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری ہی وجہ سے آئی ہے۔ یہ انتقام کا جذبہ ہمارے دل میں چھپا ہوا تھا۔ اور موقعہ پاتے پر باہر آ گیا۔ کئی بڑے بڑے آدمی جو کہ از حد شریف بھی ہوتے ہیں وہ بھی اس قسم کے انتقامی جذبات اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اور اس کا باعث بھی بردباری کا عدم ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ عداوت و غیریت کا جذبہ نہ صرف ہمیں اس زندگی میں تکلیف دیتا ہے۔ بلکہ پرلوک میں بھی دُکھ دیتا ہے۔ جب انسان کے دل میں یہ جذبات مرتے وقت موجود ہوں۔ اُسے کئی چھوٹی اور رذیل یونیوں میں جا کر صدیوں تک ناقابلِ برداشت دُکھوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے انجام کار سہن شیلتا کا ہی وہ وصف ہے۔ جو کہ اس کے عداوت اور انتقام کے جذبات کا خاتمہ کر کے اس کی تکالیف کا دفعیہ کر سکتا ہے۔

بھگوان مہاویر ظالم سے ظالم پرانیوں کو پریم کا سبق سکھانے میں اس لئے کامیاب ہوئے۔ کیونکہ ان کی اپنی سہن شکتی درجۂ کمال تک پہنچ چکی تھی۔ اور اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ وہ اپنی زندگی کا باقی حصہ امن و شانتی سے گذار سکے ہم بھی بھگوان مہاویر کے آزمودہ سہن شکتی کے اصولوں کی پیروی کر کے اپنی زندگی کو با امن اور پُر سکون بنا سکتے ہیں۔ بھگوان مہاویر نے غصہ کے جواب میں غصہ کبھی نہیں کیا۔ نہ ہی گالی دینے والے یا ایذا پہنچانے والے کی نسبت کبھی بُرے بھاؤ دل میں پیدا کئے۔ انہوں نے من بچن اور کرم سے دُنیا کو دکھا دیا۔ کہ غصہ کی بھڑکتی ہوئی آگ سہن شیلتا کے ٹھنڈے جل سے ہی بجھائی جاتی ہے۔ غصے کو غصے سے دبانے کی کوشش کرنا آگ کو گھی سے بجھانے کی مانند ہے اگر ظالم اور بد اعمال لوگ ایسے کشٹ و نت دھیر ویر شانت اور حلیم

الطبع مہاپرشوں کے زیرِ اثر اپنی خصلت اور فطرت کو بدل ڈالیں اور خود بھی رقیق القلب اور شریف الطبع بن جائیں تو کوئی حیرانی کی بات نہیں بلکہ برعکس اس کے یہ بات بلاشبہ بڑی حیران کن ہوگی۔ اگر ایسی بڑی مہان آتمائیں ظالموں کی فطرت میں تغیر نہ لے آئیں۔ کیونکہ ان کی زندگی کا مقصد ہی ظالموں کے ظلم کا اور بدوں کی بدی کا دفعیہ کرنا ہوتا ہے اور گمراہ لوگوں کو راہِ راست پر لاکر دُنیا میں امن و سکون قائم کرنا ہوتا ہے۔

بھگوان مہاویر کی عفو۔ صداقت، روحانی طاقت۔ اہنسا اور خود ضبطی کی خوبیوں نے چنڈ کوشک سانپ کے دل میں وہ اثر پیدا کیا۔ کہ اس نے اسی دن سے اُپواس کرنے کا برت لیا۔ تاکہ باقی ماندہ کرموں کے پھل کا بھگتنا ہو جائے۔ اور اس نے عہد لیا۔ کہ آئیندہ کسی پرانی کو آزار نہ پہنچائیگا۔ بدیں خیال کہ کسی پرانی کو اس کی ذات سے تکلیف نہ پہنچے۔ اور اس کے زہریلے سانس اور پھنکار کسی کے لئے ایذا رساں ثابت نہ ہوں۔ چنڈ کوشک نے اپنا پھن بل کے اندر ڈال لیا۔ اور باقی جسم باہر رہنے دیا۔ اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد چند گوالے لڑکے ادھر آنکلے اور انہوں نے بھگوان مہاویر کو اس خونخوار سانپ کے بل کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا۔ ان کو بڑی حیرانی ہوئی اور اس طرف کو چند قدم وہ آگے بڑھے۔ پھر وہ ایک درخت کے اوپر چڑھ گئے اور اُنہوں نے دیکھا کہ سانپ کا جسم بل سے باہر دکھائی دے رہا ہے اور بھگوان اس کے پاس ہی دھیان میں مگن کھڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر ان کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ انہیں خیال تھا کہ یہ سانپ مر گیا ہے۔ اور اس بات سے کچھ خوشی ہوئی۔ کیونکہ اس نے ان کے کتنے ہی مواشی مار گرائے تھے یہ ان کا بھاو انتقامانہ تھا۔ لیکن ہر ایک تو بھگوان مہاویر نہیں بن سکتا عام طور پر شریف سے شریف انسان بھی انتقام کی اس بھاونا کے زیرِ اثر تو ضرور ہوتے ہیں کہ وہ دُشمن کو تکلیف میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ وہ لڑکے